سلیم الحق صدیقی

عرب جمہوریہ سیریا

مملکت سیریا کا قومی نام عرب جمہوریہ سوریا ہے اور قدیم نام شام ہے۔ شام اصل میں موجودہ چار ممالک یعنی سیریا، لبنان، اسرائیل و فلسطین اور اردن کو ملاکر کہتے تھے۔ اور یہ علاقہ حضرت عمر فاروقؓ کے عہد مبارک میں فتح ہوا۔ اور اسلامی تہذیب و تمدن کا عظیم گہوارہ بنا۔

مذہب | سیریا کا کل رقبہ تقریباً ۷۲ ہزار مربع میل کے قریب ہے۔ جو ہمارے صوبہ پنجاب سے کچھ چھوٹا ہے اور آبادی تقریباً پونے کروڑ کے قریب ہے۔ کل آبادی میں تقریباً ۷۰ فیصدی سنّی مسلمان ہیں۔ سات آٹھ فیصدی نصیری مذہب کے پیروکار ہیں۔ اور دو فیصد کے قریب دروزی ہیں باقی آغاخانی اسمٰعیلی اور اثنا عشری، شیعہ تین فیصد کے قریب ہیں جو زیادہ تر ضلع سلامیہ میں آباد ہیں۔ پندرہ فیصد کے قریب باشندے عیسائی ہیں جو دس فرقوں میں منقسم ہیں۔ ان کا سب سے بڑا فرقہ گریک آرتھوڈاکس ہے۔ پھر آرمینی آرتھوڈاکس، مارونائٹ (MARONITE) چالڈین اور دیگر چھوٹے چھوٹے فرقے ہیں۔ سیریا میں ایک قدیم مذہب کے کچھ لوگ آباد ہیں جو یزیدی YAZIDI کہلاتے ہیں جو شیطان اور شیطانی قوتوں کی پرستش کرتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ دنیا میں بدی ہمیشہ نیکی پر غالب رہتی ہے۔ اور ہر جگہ شیطانی قوتوں کا راج ہے۔ اس لئے یہ ہی پوجا کے لائق ہیں۔ نصیری فرقہ کے لوگ جو شمال میں ترکی کی سرحد کے قریب لطاکیہ کے ضلع میں آباد ہیں۔ علوی کہلاتے ہیں۔ یہ لوگ حضرت علیؓ کو خدا اور دیوتا کا درجہ دیتے ہیں۔ اور ان کے اور ان کی اولاد کے بت بناکر ان کی پرستش کرتے ہیں۔ اور آواگون یعنی تناسخ و حلول ارواح کے قائل ہیں۔ ان کا مذہب شیعہ، عیسائی اور قبل از مسیح کے کچھ مذاہب کے عقائد کا مجموعہ ہے۔ اس

مذہب کے بانی اہل تشیع کے گیارہویں امام حسن عسکری کا ایک مرید محمد بن نصیر تھا، جس نے نویں صدی عیسوی میں اس مذہب کی بنیاد ڈالی۔ اور عیسائی عقیدہ تثلیث کے مقابلہ میں الوہیت علی کا عقیدہ پیش کیا۔ اور ان کے بت بناکر بھلا میں تقسیم کئے۔

سیریا کے جنوبی علاقہ میں دروزیہ مذہب کے لوگ آباد ہیں۔ اور ان کے نام پر وہاں کا پہاڑی علاقہ جبل دروز کہلاتا ہے۔ یہ لوگ بھی آواگون کے قائل ہیں۔ اور ایک باطنی اور خفیہ مذہب پر عمل کرتے ہیں۔ اسمٰعیلی فاطمی خلیفہ حاکم بامر اللہ کے پیروکار ہیں۔ اور اس کے نزول کے منتظر ہیں۔ حج نماز روزہ کو اپنے مذہب کے خلاف سمجھتے ہیں۔

تاریخ جدید ۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم کے موقعہ پر جب مغربی طاقتوں کی سازش سے عرب قومیت کی تحریک اٹھائی گئی۔ اور ان کو عظیم تر عرب مملکت کے سنہری خواب دکھائے گئے تو عربوں نے ترکوں کے خلاف مغربی طاقتوں کا ساتھ دیا۔ اور برطانیہ اور فرانسیسی سامراج کی پشت پناہی میں خلافت عثمانیہ کے خلاف بغاوت کردی۔ مفتی اعظم فلسطین جناب امین الحسینی مرحوم جو اس وقت یورشلم کے شہر کے نوجوان مفتی مقرر ہوئے تھے۔ سامراجیوں کے اس فریب کا شکار ہو کر ترکوں کے خلاف عربوں کی قیادت کی۔ پہلی جنگ عظیم کے بعد ۱۹۲۱ء میں جب وہ مفتی اعظم فلسطین اور عربوں کے ایک عظیم لیڈر کے طور پر ابھرے تو برطانیہ کے فریب دھوکے اور فلسطین میں یہودیوں کی آباد کاری کو عملاً دیکھ کر فلسطین پر قابض انگریزوں کے خلاف جدوجہد کا آغاز کیا۔ جس کے نتیجہ میں ان کو ملک بدر ہونا پڑا۔ آزادی فلسطین کے لئے انہوں نے ہٹلر تک سے رابطہ قائم کیا۔ لیکن پہلی جنگ عظیم کے وقت جو انہوں نے خواب دیکھے تھے ان کی صرف حسرت لیکر بیروت میں گذشتہ دنوں اسی سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔

برطانیہ، فرانس اور روس نے جو عربوں کے ساتھ ایک عظیم تر عرب مملکت قائم کرنے کے وعدے کئے تھے۔ ان کو پس پشت ڈال کر ایک آپس میں خفیہ معاہدہ کیا جسکی رو سے ترکوں کی شکست کے بعد شام کا شمالی علاقہ یعنی سیریا اور لبنان کا علاقہ فرانس کی تحویل میں دیدیا گیا۔ اور ۱۹۲۰ء میں فرانس نے دمشق پر قبضہ کر کے سیریا اور لبنان پر اپنی حکومت قائم کرلی۔ عراق، فلسطین اور اردن کا علاقہ برطانیہ کے حصہ میں آیا۔ فرانس نے چند سال جب حکومت کر کے دیکھا کہ شام کے مسلمان ان سے تعاون نہیں کرتے اور ان کے خلاف بغاوت پر آمادہ ہیں تو ۱۹۲۵ء میں فرانس نے شامی مسلمانوں کے خلاف ایک مکروہ سازش کے تحت شام کو چار مملکتوں میں تقسیم کردیا کیونکہ شام کی عظیم اکثریت سُنّی مسلمانوں پر مشتمل تھی اس لئے ان کی کمر توڑنے کے لئے نصیریوں، دروزیوں اور ساحل لبنان کے عیسائیوں کو

علیحدہ علیحدہ ریاستیں قائم کر دی گئیں۔ فوج اور دیگر سرکاری محکموں میں نصیری، دروزی اور عیسائی دہاکر بھرتی کئے گئے، کیونکہ فرانسیسی حکومت ان پر زیادہ اعتماد کر سکتی تھی۔ اس سامراجی عمل کے بعد سیریا کے مسلمانوں نے فرانس کے خلاف عام بغاوت کر دی جو لبنان تک پہنچ گئی۔ اس کے رد عمل میں فرانسیسی طیاروں نے دمشق اور دیگر شہروں پر ۱۹۲۶ء میں سخت بمباری کر کے بغاوت کو دبا دیا۔ اور اپنا قبضہ اور مستحکم کر لیا۔ ۱۹۴۱ء میں دوسری جنگ عظیم کے موقعہ پر سیریا کے مسلمانوں کو ایک نادر موقعہ ہاتھ آیا۔ اس دفعہ وہ فرانس کے خلاف انقلاب لانے میں کامیاب رہے۔ جنرل عابد شیشاکلی SHISHAKALI جو فرانس کی شامی فوج کے ایک ہونہار افسر تھے، نے انقلاب کے لئے سب سے زیادہ محنت کی۔ فرانس جو جنگ کی مصیبت میں مبتلا تھا۔ مقابلہ نہ کر سکا۔ ۱۹۴۳ء میں ایک فوجی حکومت تشکیل دی گئی، جس کے پہلے صدر شکری القواتلی مقرر ہوئے۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد برطانوی افواج کا کچھ دن قبضہ رہا۔ لیکن ۱۹۴۶ء میں ان کے مکمل انخلا کے بعد سیریا کو مکمل آزادی نصیب ہو گئی۔ لبنان کی عیسائی آبادی جو ملک کی نصف آبادی پر مشتمل ہے، سیریا میں شامل ہونا گوارا نہ کیا۔ اور اپنی علیحدہ حیثیت کو قائم رکھا۔ نصیری اور دروز اپنی الگ ریاستوں کو مسلمانوں کی شدید مخالفت اور کچھ معاشی وجوہات کی بناء پر قائم نہ رکھ سکے اور سیریا میں شامل رہے۔

۱۹۵۰ء میں جنرل عابد شیشاکلی صدر مملکت بنے جو ۱۹۵۴ء تک برسر اقتدار رہے۔ یہ کٹر قسم کے سنّی مسلمان تھے، ان کے زمانے میں اقلیتی فرقوں نے بہت سر اٹھایا اور حکومت کے خلاف سازشیں کرنے لگے۔ کیونکہ یہ لوگ ملک میں سیاسی استحکام کو اپنے لئے خطرہ تصوّر کرتے تھے۔ موصوف نے ان چھوٹے فرقوں کی شرارتوں کا سختی سے مقابلہ کیا۔ لیکن آخر کار جنگ آزادی کے اس عظیم سپاہی کو ملک بدر ہونا پڑا۔ مرحوم شیشاکلی برازیل میں جلاوطنی کی زندگی گزار رہے تھے۔ کہ ۲۷ ستمبر ۱۹۶۴ء کو ایک دروز نوجوان نے آپکو اپنے ہوٹل کے کمرہ میں شہید کر دیا جسکو اسی مقصد کے لئے دمشق سے بھیجا گیا تھا۔

۱۹۵۷ء میں سیریا کی قومی اسمبلی نے مصر کے ساتھ الحاق کا فیصلہ کیا جس کے نتیجہ میں فروری ۱۹۵۸ء میں متحدہ عرب جمہوریہ قائم ہو گئی۔ اور جمال عبدالناصر صدر مقرر ہوئے۔ لیکن یہ اتحاد ۱۹۶۱ء میں ایک فوجی بغاوت کے بعد ختم ہو گیا۔ اور سیریا پھر ایک آزاد مملکت قرار پایا۔ صدر ناصر کو اس علیحدگی کا سخت صدمہ پہنچا۔ یہاں تک کہ وہ ایک تقریر کرتے کرتے رو پڑے۔ کیونکہ ان کا عرب قومیت کا نعرہ اور عرب سوشلزم کا نظریہ بری طرح شکست کھا چکا تھا۔ انہوں نے دیکھ لیا کہ عربوں کے اتحاد میں

اسلام کو نفی کر دینے کے کیا نتائج ہو سکتے ہیں۔

فرانس کے بائیس سالہ دورِ حکومت میں مغربی افکار کی نوجوان طبقہ میں کافی نشر و اشاعت کی گئی جس کے نتیجہ میں ایک عیسائی مائکل افلاق نامی شخص نے ایک سیاسی تنظیم کی بنیاد رکھی، جس کا نام بعث سوشلسٹ پارٹی رکھا گیا۔ عربی میں بعث کے معنی دوبارہ زندہ کرنے کے ہیں۔ جس کے نام سے عربوں میں یہ تاثر دیا گیا۔ کہ یہ پارٹی عربوں کی قدیم شان و شوکت اور سلطنت کو دوبارہ زندہ کرے گی۔ اس پارٹی نے عراق اور شام کے نوجوان طبقہ میں بہت مقبولیت حاصل کر لی۔ اور آج ان دونوں ملکوں کی عنانِ حکومت اس پارٹی کے ہاتھ میں ہے۔ اور سیریا میں بعث پارٹی شروع سے اقلیتی فرقوں کے کنٹرول میں چلی آرہی ہے۔ ۱۹۶۳ء میں بعث پارٹی اور فوج سے مل کر جنرل امین الحفیظ کی قیادت میں حکومت پر قبضہ کر لیا۔ اور پہلا قدم یہ اٹھایا کہ تمام بنک اور کئی تجارتی ادارے قومی تحویل میں لے لئے گئے۔ ان اقدام کی علماء اور اخوان المسلمین نے سخت مخالفت کی۔ کیونکہ اس کا مقصد سوادِ اعظم پر مکمل تسلط حاصل کرنے کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ اور اسلامی تنظیموں کو خاص طور پر مالی طور پر مفلوج کرنا تھا۔ اس کے بعد بعث پارٹی کے جنرل سیکرٹری ڈاکٹر نورالدین الاتاسی سیریا کے صدر مقرر ہوئے اور ایک پارٹی حکومت قائم ہوئی۔ جنرل حافظ الاسد کو وزیرِ دفاع مقرر کیا گیا جو خود نصیری فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور آج کل سیریا کے صدر ہیں۔ ان کو فوج کے کلیدی عہدوں پر فائز نصیری، دروزی اور عیسائی افسروں کی زبردست حمایت حاصل ہے۔ حافظ الاسد خود نصیری مذہب کے پیروکار ہونے کے باوجود کٹر بعث سوشلسٹ ہیں۔ اور مصر و سیریا کے الحاق کے دور میں قاہرہ میں شامی افسروں میں بعث پارٹی کی تبلیغ کا کام کرتے رہے ہیں۔

۱۹۶۷ء کی عرب اسرائیل جنگ میں سیریا کے ہاتھ سے تمام جولان سطح مرتفع کا علاقہ نکل گیا۔ اور ۱۹۷۳ء کی عرب اسرائیل جنگ میں اسرائیل نے مزید پیش قدمی کر کے شام کی بلند ترین پہاڑی کوہ ہرمن یا جبل الشیخ پر قبضہ کر لیا۔ جہاں سے دمشق اور سیریا کے ایک وسیع علاقے پر نظر رکھی جا سکتی تھی، امریکہ کے یہودی وزیر خارجہ ڈاکٹر ہنری کسنجر نے امریکی وزارتِ دفاع کی سخت مخالفت کے باوجود صدر نکسن کو اسرائیل کی بھرپور مدد کے لئے آمادہ کر لیا۔ وزارتِ دفاع کی یہ رائے تھی۔ کہ اسرائیل کی کھلم کھلا فوجی امداد کے ردِ عمل میں عرب تیل کا ہتھیار استعمال کر کے ساری دنیا کا ناک میں دم کر سکتے ہیں۔

یہ خدشہ صحیح ثابت ہوا، اور ڈاکٹر کسنجر کو اسرائیل اور سیریا کے درمیان ایک متفقہ جنگ بندی لائن قائم کرنے کے لئے سخت جد و جہد کرنی پڑی۔ ادھر صدر حافظ الاسد کی یہ پوزیشن تھی کہ

وہ ایک اقلیتی نصیری فرقے سے تعلق کی بناء پر شخصی طور پہ اسرائیل سے سمجھوتہ کرنے سے خائف تھے۔ جو ان کے خلاف آئندہ ایک الزام کے طور پہ استعمال کیا جا سکتا تھا۔ لہذا انہوں نے سنی فوجی افسروں پر اس سمجھوتے کی ساری ذمہ داری ڈال دی۔

سیریا کی واحد اور سرکاری پارٹی بعث پارٹی ہے۔ دوسری سیاسی پارٹی عرب قوم پرست پارٹی پہ ۱۹۶۳ء میں پابندی لگا دی گئی تھی۔ جو اب خفیہ طور پہ کام کر رہی ہے۔ تیسری سیاسی پارٹی کمیونسٹ پارٹی ہے جس کے جنرل سیکرٹری خالد بغداش تھے۔ یہ پارٹی بھی پابندی کی وجہ سے خفیہ طور پہ کام کر رہی ہے۔ سیریا کا سرکاری مذہب دستور میں اسلام تحریر ہے۔ جو صرف برائے نام، دکھاوے اور اکثریت کو خوش کرنے کے لئے ہے۔ اور ساتھ ہی قانون سازی کا مآخذ دستور میں اسلامی فقہ لکھا ہے۔ لیکن عملی طور پہ اس کی کوئی اہمیت نہیں — سیریا کے مفتی اعظم آجکل جناب احمد کفتارو ہیں۔ اور سنی مسلمانوں کی شرعی عدالتوں کے نگران ہیں۔ باقی دیگر فرقوں کی اپنی الگ الگ عدالتیں ہیں۔ جو ان کے اپنے مذہبی قوانین کے تحت فیصلہ کرتی ہیں۔ ان کا دائرہ اختیار شخصی و عائلی مقدمات تک ہے۔ سیریا کا شمار مغربی علاقہ نہایت زرخیز اور شاداب ہے۔ جہاں بحر روم کے طرز کی آب و ہوا کی وجہ سے کافی بارش ہوتی ہے۔ اس لئے مختلف اقسام کے اناج بکثرت پیدا ہوتے ہیں۔ اور یہ ملک خوراک کے معاملہ میں خود کفیل ہے۔ قبل از اسلام حجازی عرب اس خطے سے زیادہ تجارت کرتے تھے۔ اور اپنی خوراک کی ضروریات بیشتر یہاں سے حاصل کر کے پوری کرتے تھے۔ سینکڑوں قافلے تجارتی مال لیکر سیریا آتے جاتے تھے۔ حضرت سلیمانؑ کا پایہ تخت بھی اسی خطے کے ایک مقام پہ واقع تھا۔ تاریخی لحاظ سے دمشق کو دنیا کا قدیم ترین مسلسل آباد شہر قرار دیا گیا ہے۔ حمص اور حلب اس خطہ کے عظیم شہر ہیں۔ سیریا کی قومی زبان جہاں عربی ہے۔ وہاں نسلاً یہ لوگ سامی عرب کہلاتے ہیں۔ کیونکہ قدیم سامی اور عرب لوگوں کے میل جول سے یہ نئی نسل پیدا ہوئی۔

شام اب بھی اسلامی تہذیب و تمدن کا عظیم مرکز بننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ اس خطے کی چار ممالک میں سیاسی تقسیم اور یہودیوں، عیسائیوں، نصیریوں اور دروزوں کا عروج شام میں اسلام کے مستقبل کو تاریک کئے دے رہا ہے۔ لیکن حالات ہمیشہ ایک جیسے نہیں رہتے انشاء اللہ تاریخ اپنے آپ کو ضرور دہرائے گی۔ اور مسلمان پھر سرخرو ہوں گے۔

■■